[قسط اوّل]

رمضان المبارک کے مسنون انفرادی واجتماعی اعمال

ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

رمضان المبارک ایسا عظیم اور بابرکت مہینہ ہے جس میں مسلمانوں کے دل اللہ کی بندگی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اس ماہ میں شیاطین کی جکڑ بندی، بارانِ رحمت کے نزول، روزے کی کیفیت اور تراویح وغیرہ میں قرآن کریم پڑھنے پڑھانے سے ماحول پر تقدس کی فضا چھاجاتی اور نیکیوں کی طرف توجہ بڑھ جاتی ہے۔ اس ماہ میں انفرادی اور اجتماعی طور پر بھی بہت سے نیک اعمال انجام دیے جاتے ہیں۔

ذیل کے دو حصوں میں باری باری ہر دو قسم کے اعمال کی شرعی اور مسنون حیثیت پیش کی جائے گی:

(حصہ اوّل: انفرادی مسنون اعمال)

۱۔ قرآنِ کریم اور رمضان المبارک

قرآن کریم میں ارشادِ ربانی ہے: ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ﴾ [البقرۃ:۱۸۵]

''رمضان کا مہینہ جس میں قرآن نازل کیا گیا۔''

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَیْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝﴾

''ہم نے قرآن کو لیلۃ القدر میں نازل کیا، اور آپ کیا جانیں کہ لیلۃ القدر کیا ہے؟ لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔'' [القدر:۱-۳]

نبی کریم ﷺ کے معمولات کے حوالے سے احادیث میں آتا ہے کہ رمضان میں آپ ﷺ قرآن کریم کا دور فرمایا کرتے، وفات والے سال آپ نے دو بار دور فرمایا:

«أَنَّ جِبْرِيلَ كَانَ يُعَارِضُهُ بِالْقُرْآنِ كُلَّ سَنَةٍ مَرَّةً، وَإِنَّهُ قَدْ عَارَضَنِي بِهِ الْعَامَ مَرَّتَيْنِ...»[1]

''جبریل علیہ السلام ہر سال مجھ سے سال میں ایک مرتبہ دور کیا کرتے تھے لیکن اس سال مجھ سے انہوں

---

۱ صحيح البخاري: كِتَابُ الِاسْتِئْذَانِ، بَابُ مَنْ نَاجَى بَيْنَ يَدَيِ النَّاسِ، رقم ۶۲۸۵

نے دومرتبہ دور کیا...''

'عرضہ' سے کیا مراد ہے؟ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

والمراد من معارضته له بالقرآن كل سنة مقابلته على ما أوحاه إليه عن الله تعالىٰ ليبقي ما بقي ويذهب ما نسخ توكيدا واستثباتا وحفظا. ولهذا عارضه في السنة الأخيرة من عمره عليه السلام على جبريل مرتين وعارضه به جبريل كذلك[1]

''آپ کے ہر سال معارضہ (ایک دوسرے کو پیش کرنے) سے مراد یہ ہے کہ جبریل نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو آپ پر وحی کی، اس کا تقابل کرنا۔ تاکہ جو باقی ہے وہ قائم رہے، اور جو منسوخ ہو چکا، اس کو ترک کر دیا جائے، تاکید، پختگی اور یاد دہانی کے طور پر۔ اسی بنا پر نبی کریم ﷺ کی عمر کے آخری سال آپ نے جبریل پر اس کا دوبار عرضہ کیا اور جبریل نے قرآن کا عرضہ ایسے ہی کیا۔''

آپ ﷺ کا فرمان سیدنا عبد اللہ بن عمرو نے روایت کیا ہے:

«الصِّيَامُ وَالْقُرْآنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يَقُولُ الصِّيَامُ: أَيْ رَبِّ، مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ، فَشَفِّعْنِي فِيهِ، وَيَقُولُ الْقُرْآنُ: مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ، فَشَفِّعْنِي فِيهِ»، قَالَ: «فَيُشَفَّعَانِ»[2]

''روزہ اور قرآن بندے کے لئے روزِ قیامت سفارش کریں گے، روزہ کہے گا: یاربّ! میں نے دن کو کھانے اور خواہشات سے اسے روکے رکھا، میری سفارش اس کے بارے میں قبول فرما۔ اور قرآن کہے گا: میں اسے رات کو سونے سے روکے رکھا، تو میری سفارش قبول فرما۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دونوں کی سفارش قبول کی جائے گی۔''

اور قرآن میں سے سورۃ الملک کی سفارش اس حدیث میں مذکور ہے:

«سُورَةٌ مِنَ الْقُرْآنِ ثَلَاثُونَ آيَةً تَشْفَعُ لِصَاحِبِهَا حَتَّى يُغْفَرَ لَهُ ﴿تَبٰرَكَ الَّذِى بِيَدِهِ الْمُلْكُ﴾»[3]

''قرآن کریم کی ایک سورت تیس آیتوں والی، اپنے پڑھنے والے کے لیے سفارش کرے گی، حتیٰ کہ

---

۱ فضائل القرآن از حافظ ابن کثیر: ص ۸۴

۲ مسند احمد محقق: ۶۶۲۶، مجمع الزوائد: ۳/۱۸۱، وقال الهيثمي: رواه أحمد والطبراني في الكبير، ورجال الطبراني رجال الصحيح

۳ سنن أبي داؤد: كِتَابُ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ وَتَحْزِيبِهِ وَتَرْتِيلِهِ (بَابُ فِي عَدَدِ الْآيِ)، رقم ۱۴۰۰

اسے بخش دیا جائے گا: ﴿ تَبَٰرَكَ ٱلَّذِي بِيَدِهِ ٱلۡمُلۡكُ ﴾ "

رمضان المبارک میں قرآن کریم ختم کرنا

رمضان المبارک میں قرآن کریم مکمل کرنا مستحب ہے، جیسا کہ شیخ ابن باز فرماتے ہیں:

كان الإمام أحمد رحمه الله يحب ممن يؤمّهم أن يختم بهم القرآن ، وهذا من جنس عمل السلف في محبة سماع القرآن كله، ولكن ليس هذا موجباً لأن يعجل ولا يتأنى في قراءته، ولا يتحرى الخشوع والطمأنينة، بل تحري هذه الأمور أولى من مراعاة الختمة.[1]

"امام احمد ائمہ کے لئے پسند کرتے کہ وہ (رمضان میں) مکمل قرآن ختم کرے۔ اور اس کا تعلق سلف کے پورے قرآن کے سماع کو پسند کرنے سے ہے۔ یہ نہ ہو کہ جلدی کرتے ہوئے قراءت میں سکون کو نظر انداز کر دیا جائے اور خشوع وطمانیت کی فکر نہ کی جائے بلکہ ان چیزوں کی پاسداری تکمیل قرآن سے زیادہ اہم ہے۔"

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

وقيل السبب فيه أن جبريل كان يعارضه بالقرآن في كل رمضان مرة فلما كان العام الذي قبض عارضه مرتين فلذلك اعتكف قدر ما كان يعتكف مرتين[2]

"[بیس دن اعتکاف کا] سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ سیدنا جبریل نبی کریم ﷺ سے ہر رمضان میں ایک بار قرآن کریم کا دور کیا کرتے۔ جس سال آپ کی وفات ہوئی، تو جبریل نے آپ سے دو بار دور کیا، چنانچہ آپ نے اس سال اعتکاف بھی دو اعتکاف کی مدت کے برابر کیا۔"

شیخ محمد ابن عثیمین کہتے ہیں:

"ختم القرآن في رمضان للصائم ليس بأمر واجب، ولكن ينبغي للإنسان في رمضان أن يكثر من قراءة القرآن، كما كان ذلك سنة رسول الله ﷺ، فقد كان عليه الصلاة والسلام يدارسه جبريل القرآن كل رمضان."[3]

---

۱ مجموع فتاوى ومقالات متنوعة لسماحة الشيخ ابن باز :۱۵/ ۳۲۴

۲ فتح الباري از حافظ ابن حجر: ۴/ ۲۸۵، زیر حدیث ۱۹۳۹

۳ مجموع فتاوی ابن عثیمین: ۲۰/ ۵۱۶

”رمضان میں صائم کے لئے قرآن ختم کرنا واجب نہیں، تاہم انسان کو رمضان میں زیادہ سے زیادہ قرآن پڑھنا چاہیے کیونکہ یہ نبی کریم ﷺ کی سنت ہے کہ آپ پورا رمضان جبریل سے قرآن کا دور کیا کرتے۔“

ختم قرآن کی کم سے کم مدت کے بارے میں سیدنا عبد اللہ بن عمرو سے مروی ہے، انہوں نے عرض کیا:
يَا رَسُولَ الله! فِي كَمْ أَقْرَأُ الْقُرْآنَ؟ قَالَ فِي شَهْرٍ. قَالَ إِنِّي أَقْوَى مِنْ ذَلِكَ. يُرَدِّدُ الْكَلَامَ أَبُو مُوسَى وَتَنَاقَصَهُ حَتَّى قَالَ: «اقْرَأْهُ فِي سَبْعٍ» قَالَ إِنِّي أَقْوَى مِنْ ذَلِكَ. قَالَ: «لَا يَفْقَهُ مَنْ قَرَأَهُ فِي أَقَلَّ مِنْ ثَلَاثٍ»[1]

”اے اللہ کے رسول! میں کتنے دنوں میں قرآن پڑھوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”ایک مہینے میں۔“ انہوں نے کہا: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ ابو موسیٰ (ابن مثنیٰ) نے یہ جملہ بار بار دہرایا۔ یعنی اُنہوں نے اس مدت میں کمی چاہی۔ بالآخر آپ ﷺ نے فرمایا: ”سات دنوں میں پڑھو۔“ انہوں نے کہا: میں اس سے بھی زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”جس شخص نے تین دن سے کم میں قرآن پڑھا، اس نے اسے سمجھا ہی نہیں۔“

صحیح بخاری میں یہی واقعہ ۵۰۵۲ نمبر حدیث کے تحت آیا ہے جس میں سیدنا عبد اللہ نے بڑھاپے میں کہا کہ کاش میں نبی مکرم ﷺ کی دی ہوئی رخصت قبول کرلیتا، پھر اس عمر میں وہ سات روز میں قرآن ختم کیا کرتے۔

رمضان میں قرآن کریم ختم کرنے کے بارے میں سلف کی مختلف عادات کا جو ذکر آتا ہے کہ مجاہد رمضان کی ہر رات قرآن ختم کیا کرتے، اور امام شافعی رمضان میں ۶۰ بار قرآن کریم ختم کرتے، اَسود رمضان کی ہر دوسری رات قرآن ختم کرتے، اور قتادہ رمضان کی ہر تیسری رات، آخری عشرے میں ہر رات کو قرآن ختم کرتے وغیرہ وغیرہ۔ تو یہ روایتیں ثبوت کی محتاج اور مذکورہ بالا حدیث کے منافی بھی ہیں۔ اور اس کی یہ توجیہ کہ نبی کریم ﷺ کا حکم رمضان کے بارے میں نہیں تھا، بلا دلیل ہے۔ جبکہ نبی کریم ﷺ کا مسنون عمل تو رمضان میں ایک یا دو بار ختم کرنا ہی ہے۔

ماہ بھر میں قرآن کریم کو ختم کرنے میں یہ بھی امکان ہے کہ نبی کریم ﷺ رمضان کی تیس راتوں میں تیس پاروں کو تقسیم کر دیتے ہوں، تاکہ اس طرح قرآن کی برکت پورے ماہ رمضان پر پھیل جائے، اور یہ عبادت ایک توازن و تسلسل کے ساتھ اس طرح جاری رہے۔

---

[1] سنن أبي داؤد: كِتَابُ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ وَتَحْزِيبِهِ وَتَرْتِيلِهِ (بَابُ فِي كَمْ يُقْرَأُ الْقُرْآنُ)، رقم ۱۳۹۰

۲۔ قیام اللیل میں لمبی تلاوتِ قرآن

رمضانِ کریم نزولِ قرآن کا مہینہ ہے، لیلۃ القدر اِس کی عظیم ترین رات ہے جس کی عظمت بھی نزولِ قرآن کے مرہونِ منت ہے۔ اس مہینہ کو قرآنِ کریم سے خاص مناسبت حاصل ہے، اس کو شہر الصوم کے ساتھ شہر القرآن بھی کہا جاسکتا ہے کیونکہ روزہ اور قیام اللیل اس کے دو خاص شعار ہیں۔ اور قیام اللیل میں کثرتِ رکعات کی بجائے طولِ قیام زیادہ اہم ہے جس میں تلاوتِ قرآن ہی کی جاتی ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری ہے:

﴿قُمِ الَّيۡلَ اِلَّا قَلِيۡلًا ۙ‏ ۝ نِّصۡفَهٗۤ اَوِ انْقُصۡ مِنۡهُ قَلِيۡلًا ۙ‏ ۝ اَوۡ زِدۡ عَلَيۡهِ وَرَتِّلِ الۡقُرۡاٰنَ تَرۡتِيۡلًا ؕ‏ ۝﴾

”کچھ حصہ کے سوا، رات بھر قیام کر۔ نصف رات یا اس سے کچھ کم کرلے۔ اور قرآن کریم کی ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کر۔“ [المزمل:۲-۴]

«مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ»[1]

”جو کوئی رمضان میں (راتوں کو) ایمان رکھ کر اور ثواب کے لیے قیام کرے تو اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔“

فَقَالَ: «إِنَّهُ مَنْ قَامَ مَعَ الْإِمَامِ حَتَّى يَنْصَرِفَ كُتِبَ لَهُ قِيَامُ لَيْلَةٍ»[2]

”جس نے امام کے ساتھ قیام کیا یہاں تک کہ وہ فارغ ہو جائے تو اس کے لیے پوری رات کا قیام لکھا جائے گا۔“

اس حدیث سے یہ بھی علم ہوتا ہے کہ تراویح باجماعت پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔

یہی اجر رمضان المبارک کے بعد بھی ایک اور صورت میں جاری رہتا ہے، فرمانِ نبوی ہے:

«مَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ فِي جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا قَامَ نِصْفَ اللَّيْلِ، وَمَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فِي جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا صَلَّى اللَّيْلَ كُلَّهُ»[3]

”جس نے عشا کی نماز باجماعت ادا کی تو گویا اس نے آدھی رات کا قیام کیا اور جس نے صبح کی نماز (بھی) جماعت کے ساتھ پڑھی تو گویا اس نے ساری رات نماز پڑھی۔“

---

۱ صحیح البخاري: كِتَابُ الإِيمَانِ (بَابٌ تَطَوُّعُ قِيَامِ رَمَضَانَ مِنَ الإِيمَانِ)، رقم ۳۷

۲ جامع الترمذي: أَبْوَابُ الصَّوْمِ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ (بَابُ مَا جَاءَ فِي قِيَامِ شَهْرِ رَمَضَانَ)، رقم ۸۰۶

۳ صحیح مسلم: كِتَابُ الْمَسَاجِدِ وَمَوَاضِعِ الصَّلَاةَ (بَابُ فَضْلِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ وَالصُّبْحِ فِي جَمَاعَةٍ)، رقم ۱۴۹۱

روزہ، قیام اللیل اور تلاوتِ قرآن اس ماہ کے خاص اعمال ہیں۔ جہاں تک تلاوتِ قرآن کریم ہے تو نبی کریم کی تلاوت کی کیفیت یہ ہوتی تھی کہ آپ بعض اوقات کئی کئی پارے ایک رکعت میں پڑھ جایا کرتے۔ اور تلاوت کے دوران اس کے معانی میں غور وفکر کرتے جیسا کہ سیدنا حذیفہ روایت کرتے ہیں کہ

صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ، فَافْتَتَحَ الْبَقَرَةَ، فَقُلْتُ: يَرْكَعُ عِنْدَ الْمِائَةِ، ثُمَّ مَضَى، فَقُلْتُ: يُصَلِّي بِهَا فِي رَكْعَةٍ، فَمَضَى، فَقُلْتُ: يَرْكَعُ بِهَا، ثُمَّ افْتَتَحَ النِّسَاءَ، فَقَرَأَهَا، ثُمَّ افْتَتَحَ آلَ عِمْرَانَ، فَقَرَأَهَا، يَقْرَأُ مُتَرَسِّلًا، إِذَا مَرَّ بِآيَةٍ فِيهَا تَسْبِيحٌ سَبَّحَ، وَإِذَا مَرَّ بِسُؤَالٍ سَأَلَ، وَإِذَا مَرَّ بِتَعَوُّذٍ تَعَوَّذَ، ثُمَّ رَكَعَ، فَجَعَلَ يَقُولُ: «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ»، فَكَانَ رُكُوعُهُ نَحْوًا مِنْ قِيَامِهِ، ثُمَّ قَالَ: «سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ»، ثُمَّ قَامَ طَوِيلًا قَرِيبًا مِمَّا رَكَعَ، ثُمَّ سَجَدَ، فَقَالَ: «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى»، فَكَانَ سُجُودُهُ قَرِيبًا مِنْ قِيَامِهِ.[1]

''میں نے ایک رات نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، آپ نے سورۃ البقرۃ سے آغاز کیا۔ میں نے سوچا کہ آپ سو آیات پڑھ کر رکوع کرلیں گے، آپ کی تلاوت جاری رہی۔ میں نے سوچا کہ اس سورۃ کو ایک رکعت میں ختم کرلیں گے۔ آپ کی تلاوت جاری رہی، پھر آپ نے سورۃ النساء کا آغاز کردیا، اس کو پڑھا، پھر سورۃ آل عمران کا آغاز کردیا، اس کو بھی پڑھا۔ آپ ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرتے۔ جب بھی کسی تسبیح والی آیت سے گزرتے تو اللہ کی تسبیح بیان کرتے، جب بھی کسی سوال کی آیت سے گزرتے تو اللہ سے مانگتے، اور جب بھی کسی پناہ والی آیت پر پہنچتے تو اللہ سے پناہ طلب کرتے۔ پھر آپ نے رکوع کیا۔ آپ کا رکوع آپ کے قیام کے برابر ہی طویل تھا، پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہا جو رکوع کے برابر لمبا تھا، پھر سجدہ کیا اور سبحان ربی الاعلیٰ کہا، آپ کے سجدے بھی قیام کے بقدر لمبے تھے۔''

۳۔ تلاوت کے دوران آیات میں تدبر وتفکر

اور نزولِ قرآن کے مقاصد میں اس میں تدبر کرنا بھی شامل ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

﴿كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ [ص:۲۹]

''ہم نے یہ مبارک کتاب آپ پر اس لئے اُتاری تاکہ آپ اس کی آیات میں غور وفکر کریں اور عقل مند لوگ اس سے نصیحت حاصل کریں۔''

---

1. صحیح مسلم: كِتَابُ صَلَاةِ الْمُسَافِرِينَ وَقَصْرِهَا (بَابُ اسْتِحْبَابِ تَطْوِيلِ الْقِرَاءَةِ فِي صَلَاةِ اللَّيْلِ)، رقم ۱۸۱۴

﴿ أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ ۚ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا ﴾ [النساء:۸۲]

''کیا یہ قرآن میں تدبر نہیں کرتے۔ اگر یہ قرآن اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا تو یہ اس میں بہت سے اختلاف پاتے۔''

اور نبی کریم کی تلاوتِ قرآن کے ساتھ قرآن میں تدبر کرنا اور آیات کو دہرانا بھی شامل تھا، جیسا کہ سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ لَيْلَةً فَاسْتَاكَ ثُمَّ تَوَضَّأَ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي، فَقُمْتُ مَعَهُ فَبَدَأَ فَاسْتَفْتَحَ الْبَقَرَةَ فَلَا يَمُرُّ بِآيَةِ رَحْمَةٍ إِلَّا وَقَفَ فَسَأَلَ، وَلَا يَمُرُّ بِآيَةِ عَذَابٍ إِلَّا وَقَفَ فَتَعَوَّذَ، ثُمَّ رَكَعَ فَمَكَثَ رَاكِعًا بِقَدْرِ قِيَامِهِ، وَيَقُولُ فِي رُكُوعِهِ: «سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوتِ وَالْمَلَكُوتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ» ، ثُمَّ سَجَدَ بِقَدْرِ رُكُوعِهِ، وَيَقُولُ فِي سُجُودِهِ: «سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوتِ وَالْمَلَكُوتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ» ثُمَّ قَرَأَ آلَ عِمْرَانَ ثُمَّ سُورَةً سُورَةً يَفْعَلُ مِثْلَ ذَلِكَ[1]

''میں رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک رات موجود تھا۔ آپ نے مسواک کر کے وضو کیا اور نماز کے لیے کھڑے ہوگئے۔ میں بھی آپ کے ساتھ ہی کھڑا ہوگیا۔ آپ نے سورۃ البقرۃ سے آغاز کیا۔ آپ کسی آیتِ رحمت سے نہ گزرتے مگر وہاں رک کر اللہ کی رحمت کا سوال کرتے۔ اور کسی آیت عذاب سے نہ گزرتے مگر رک کر اللہ عزوجل سے پناہ مانگتے۔ پھر رکوع کیا تو اس کا دورانیہ قیام کے بقدر تھا اور اپنے رکوع میں یہ دعا... پڑھی۔ پھر سجدہ کیا تو اس میں رکوع کے بقدر وقفہ کیا اور سجدوں میں یہ دعا «سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوتِ وَالْمَلَكُوتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ» پڑھی۔ پھر آپ نے [اگلے قیام میں] سورۃ آلِ عمران کی تلاوت کی، پھر کوئی اور سورت، پھر کوئی اور... اور ہر سورۃ میں ایسے ہی کرتے۔''

آپ ﷺ نماز میں آیات کے معانی پر غور کرتے ہوئے آیات کو دہرایا کرتے، جیسا کہ ابوذرؓ غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

«قَامَ النَّبِيُّ ﷺ بِآيَةٍ حَتَّى أَصْبَحَ يُرَدِّدُهَا» وَالْآيَةُ: ﴿ إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَإِنْ

---

1 الشمائل المحمدیۃ از امام ترمذی، ص: ۲۵۶، رقم ۳۱۴، طبع المکتبۃ التجاریۃ

تَغۡفِرۡ لَهُمۡ فَإِنَّكَ أَنتَ ٱلۡعَزِيزُ ٱلۡحَكِيمُ ﴿۱۱۸﴾[1]

”ایک رات نبی ﷺ نے قیام کیا، تو ساری رات گزر گئی اور اسی آیتِ کریمہ کو آپ دہراتے رہے کہ ”یا الٰہی! یہ تیرے ہی بندے ہیں، اگر تو انہیں معاف کر دے تو تو غالب و دانا ہے۔“

آپ قرآنی آیات میں غور و فکر فرمایا کرتے، اور تلاوتِ قرآن کے دوران بہت زیادہ رویا کرتے، جیسا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

لَـمَّا كَانَ لَيْلَةٌ مِنَ اللَّيَالِي قَالَ: «يَا عَائِشَةُ! ذَرِينِي أَتَعَبَّدُ اللَّيْلَةَ لِرَبِّي». قُلْتُ: وَاللهِ إِنِّي لَأُحِبُّ قُرْبَكَ وَأُحِبُّ مَا سَرَّكَ. قَالَتْ: فَقَامَ فَتَطَهَّرَ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي. قَالَتْ: فَلَمْ يَزَلْ يَبْكِي حَتَّى بَلَّ حِجْرَهُ. قَالَتْ: ثُمَّ بَكَى فَلَمْ يَزَلْ يَبْكِي حَتَّى بَلَّ لِحْيَتَهُ. قَالَتْ: ثُمَّ بَكَى فَلَمْ يَزَلْ يَبْكِي حَتَّى بَلَّ الْأَرْضَ. فَجَاءَ بِلَالٌ يُؤْذِنُهُ بِالصَّلَاةِ. فَلَمَّا رَآهُ يَبْكِي. قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ! لِمَ تَبْكِي وَقَدْ غَفَرَ اللهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ وَمَا تَأَخَّرَ. قَالَ: «أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا لَقَدْ نَزَلَتْ عَلَيَّ اللَّيْلَةَ آيَةٌ وَيْلٌ لِمَنْ قَرَأَهَا وَلَمْ يَتَفَكَّرْ فِيهَا: ﴿إِنَّ فِي خَلۡقِ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ وَٱخۡتِلَٰفِ ٱلَّيۡلِ وَٱلنَّهَارِ لَأٓيَٰتٖ لِّأُوْلِي ٱلۡأَلۡبَٰبِ ﴿۱۹۰﴾﴾ الآية كلها»[2]

”راتوں میں سے ایک رات نبی کریم ﷺ کہنے لگے: عائشہ! مجھے آج اپنے ربّ کی بندگی کر لینے دو۔ میں نے کہا: واللہ! مجھے آپ کی قربت بڑی عزیز ہے لیکن آپ کی خوشی بھی مجھے محبوب ہے۔ کہتی ہیں کہ آپ کھڑے ہوگئے اور وضو کیا۔ کہتی ہیں کہ نماز میں روتے رہے حتی کہ آپ کی گود تر ہو گئی۔ پھر کہتی ہیں کہ روتے رہے حتی کہ ڈاڑھی مبارک بھی بھیگ گئی۔ پھر روتے رہے اور اتنا روئے حتی کہ زمین بھی گیلی ہو گئی۔ پھر بلال آگئے، نماز کی اطلاع دینے کے لیے۔ جب انہیں روتے دیکھا تو کہا: یارسول اللہ! آپ کیوں روتے ہیں؟ اللہ نے آپ کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کر دیے ہیں۔ تو جواب دیا: میں اللہ کا شکر گزار بندہ کیوں نہ بنوں!! آج رات مجھ پر ایسی آیت نازل ہوئی، افسوس اس پر جو اس کو پڑھے لیکن اس میں غور و فکر نہ کرے۔“

---

۱ سورۃ المائدۃ:۱۱۸... سنن ابن ماجہ:۱/۴۲۹، رقم ۱۳۵۰، قال الألباني: حسن

۲ آل عمران: ۱۹۰ صحیح ابن حبان، محقق:۲/۳۸۷، رقم ۶۲۰۔ شیخ شعیب ارناؤوط نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ إسناده صحيح علىٰ شرط مسلم، وأخرجه أبو الشيخ في أخلاق النبي: ص 186 عن الفريابي، عن عثمان بن أبي شيبة، بهذا الإسناد. وله طريق أخرى عن عطاء عند أبي الشيخ ص 190، 191 وفيه أبو جناب الكلبي يحيى بن أبي حية، ضعفوه لكثرة تدليسه لكن صرح بالتحديث هنا، فانتفت شبهة تدليسه.

حافظ ابن قیم حدیث خیر کم من تعلّم القرآن وعلّمه کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَتعلّم الْقُرْآن وتعليمه يتنَاوَل تعلم حُرُوفه وَتَعْلِيمهَا وَتعلم مَعَانِيه وَتَعْلِيمهَا وَهُوَ أشرف قسمي علمه وتعليمه فَإِن الْمَعْنى هُوَ الْمَقْصُود وَاللَّفْظ وَسِيلَة إِلَيْه. فتعلّم الْمَعْنى وتعليمه تعلّم الْغَايَة وَتَعْلِيمهَا وَتعلم اللَّفْظ الْمُجَرّد وتعليمه تعلم الْوَسَائِل وَتَعْلِيمهَا وَبَينهمَا كَمَا بَين الغايات.[1]

''قرآن کو سیکھنے سکھانے میں اس کے حروف ومعانی کو سیکھنا سکھانا بھی شامل ہے۔ یہ قرآن کو سیکھنے سکھانے کے دو مبارک ترین علم ہیں۔ کیونکہ معنیٰ ہی تو مقصود ہے، اور الفاظ اس مقصد کا وسیلہ ہیں۔ گویا معنی سیکھنا سکھانا، تو اصل مقصد کو سیکھنا سکھانا ہے اور اکیلے الفاظ کو سیکھنا سکھانا، وسائل کو سیکھنا سکھانا ہوا۔ اور دونوں کے مابین وہی فرق / فاصلہ ہے جو مقصد اور وسائل کے مابین ہوتا ہے۔''

حافظ ابن قیم نے تلاوت قرآن کو وسیلہ / ذریعہ اور آیات میں تدبر وتذکیر کو اصل مقصد بتایا ہے، اور ان کا یہ موقف اوپر مذکور سورۃ ص کی آیت:۲۹ اور سورۃ محمد کی آیت:۲۴ کی بنا پر ہے جس میں نزولِ قرآن کا مقصد تدبر وتذکیر قرار دیا گیا ہے۔

علامہ ابن تیمیہ معانی قرآن کی اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَأَمَّا النَّوْعُ الثَّانِي: الْجُهَّالُ. فَهَؤُلَاءِ الْأُمِّيُّونَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إلَّا أَمَانِيَّ وَإِنْ هُمْ إلَّا يَظُنُّونَ. فَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وقتادة فِي قَوْلِهِ: ﴿وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ﴾ أَيْ غَيْرُ عَارِفِينَ بِمَعَانِي الْكِتَابِ يَعْلَمُونَهَا حِفْظًا وَقِرَاءَةً بِلَا فَهْمٍ وَلَا يَدْرُونَ مَا فِيهِ.

وَقَوْلُهُ: ﴿إلَّا أَمَانِيَّ﴾ أَيْ تِلَاوَةً فَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ فِقْهَ الْكِتَابِ إنَّمَا يَقْتَصِرُونَ عَلَى مَا يَسْمَعُونَهُ يُتْلَى عَلَيْهِمْ. قَالَهُ الْكِسَائِيُّ وَالزَّجَّاجُ وَكَذَلِكَ قَالَ ابْنُ السَّائِبِ لَا يُحْسِنُونَ قِرَاءَةَ الْكِتَابِ وَلَا كِتَابَتَهُ إلَّا أَمَانِيَّ إلَّا مَا يُحَدِّثُهُمْ بِهِ عُلَمَاؤُهُمْ.

وَقَالَ أَبُو رَوْقٍ وَأَبُو عُبَيْدَةَ أَيْ تِلَاوَةً وَقِرَاءَةً عَنْ ظَهْرِ الْقَلْبِ وَلَا يَقْرَءُونَهَا فِي الْكُتُبِ فَفِي هَذَا الْقَوْلِ جَعْلُ الْأَمَانِيِّ الَّتِي هِيَ التِّلَاوَةُ تِلَاوَةَ الْأُمِّيِّينَ أَنْفُسِهِمْ وَفِي ذَلِكَ جَعْلُهُ مَا يَسْمَعُونَهُ مِنْ تِلَاوَةِ عُلَمَائِهِمْ وَكِلَا الْقَوْلَيْنِ حَقٌّ وَالْآيَةُ تَعُمُّهُمَا.[2]

---

1 مفتاح دار السعادة از حافظ ابن قیم: ۱/ ۷۴

2 مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ: ۷/ ۴۳۴

”اور دوسری قسم جاہلوں کی ہے۔ ایسے ان پڑھ جو قرآن سے اپنی خواہشات کے سوا کچھ نہیں جانتے اور گمان کے سوا کچھ نہیں کرتے۔ سیدنا ابن عباس اور قتادہ سے ﴿وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ﴾ کے بارے میں مروی ہے کہ ”وہ قرآن کے معانی کو نہیں جانتے، وہ صرف قرآن کو سمجھے بغیر بطورِ حفظ و تلاوت پڑھ سکتے ہیں اور اس میں کیا احکام ہیں، اس کا انہیں کچھ پتہ نہیں۔ اور قرآنی لفظ ﴿إِلَّا أَمَانِيَّ﴾ کا مطلب ہے تلاوت کرنا، وہ قرآن کے معانی نہیں سمجھتے، جس قدر ان پر قرآن پڑھا جاتا ہے، وہ اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ امام کسائی، زجاج اور ایسے ہی ابن سائب نے کہا کہ وہ قرآن کو اچھی طرح پڑھ لکھ نہیں سکتے، سوائے اپنی من پسندبات کے اور جو ان کے علما ان کو بتلا دیتے ہیں۔

اور ابوروق، ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ دل کے حافظے سے قرآن کی تلاوت و قراءت کرنا، اور مصحف کو دیکھ کر نہ پڑھنا۔ اس قول میں خواہشات یعنی محض تلاوت کو خود ان پڑھوں کی تلاوت کہا گیا ہے اور اس میں جو وہ اپنے علما کی تلاوت سننے پر اکتفا کرتے ہیں، اس کو بھی خواہشات کہا گیا ہے، اور دونوں معانی ہی درست ہیں اور یہ آیت دونوں معانی کو حاوی ہے۔“

تبصرہ: حافظ ابن قیم کا یہ موقف تو قرآنی دلیل کی بنا پر معتبر ہے کہ نزولِ قرآن کا اصل مقصد تدبر و تذکیر ہے جبکہ تلاوتِ قرآن کا علم بھی اَشرف علوم میں سے ہے۔ تاہم حافظ ابن تیمیہ نے جو تلاوتِ قرآن کو جاہلوں اور من پسند خواہشات کا مصداق بتایا اور اس پر بعض ماثور تفاسیر ذکر کی ہیں تو اکیلی تلاوتِ قرآن کو سیاقِ ذمّ میں بیان کرنا محل نظر ہے کیونکہ تلاوتِ قرآن تو پہلا نبوی فریضہ اور اس کو بلا ترجمہ پڑھنا بھی باعثِ ثواب ہے، جیسا کہ تلاوت کے ثواب کی مثالی نبی کریم نے غیر واضح المعنی لفظ الٓمٓ سے دی ہے اور قرآن کریم اللہ کے مبارک کلمات اور غیر مخلوق ہیں اور یہ ان الفاظِ الٰہی کا خاصہ ہے۔ مشہور منکرِ حدیث غلام احمد پرویز کا موقف ہے کہ نزولِ قرآن کا مقصد فہم و تدبر ہی ہے اور تلاوت کی کوئی معنویت نہیں۔ الغرض نزولِ قرآن کے مقاصد میں تلاوت، فہم و تدبر، اس پر عمل کرنا شامل ہیں۔ اور اوّلین مقصد فہم و تدبر ہے، جبکہ باقی مقاصد بھی مشروع اور باعث ثواب ہیں۔

۴۔ کثرتِ دعا و استغفار

گویا (۱) روزہ، (۲) تلاوتِ قرآن، (۳) قیام اللیل اور لمبا قیام، اور (۵) قرآن کے معانی میں تدبر کرنا سب رمضان کے خاص اعمال ہوئے۔ مزید بر آں روزے کے دوران اور مبارک ترین اوقات میں (۶) دعا کی تلقین بھی کی گئی۔ روزے دار کی دعا کی خاص اہمیت سیدنا ابوہریرہ سے مروی ہے کہ نبی کریم نے فرمایا:

«ثَلَاثَةٌ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُهُمْ: الْإِمَامُ الْعَادِلُ وَالصَّائِمُ حِينَ يُفْطِرُ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُومِ يَرْفَعُهَا فَوْقَ الْغَمَامِ وَتُفَتَّحُ لَهَا أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَيَقُولُ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ وَعِزَّتِي لَأَنْصُرَنَّكِ وَلَوْ بَعْدَ حِينٍ»[1]

"تین لوگوں کی دعائیں رد نہیں کی جاتیں: پہلا امام عادل ہے، دوسرا صائم جب وہ افطار کرے، اور تیسرا مظلوم جب کہ وہ بد دعا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ (اس کی بد دعا کو) بادل کے اوپر اُٹھالیتا ہے، اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کہتا ہے: قسم ہے میری عزت کی میں ضرور تیری مدد کروں گا، اگرچہ کچھ دیر بعد ہی سہی۔"

امام نووی اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

يستحب للصائم أن يدعو في حال صومه بمهمات الآخرة والدنيا له ولمن يحب وللمسلمين لحديث أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: «ثلاثة لا تردّ دعوتهم الصائم حتى يفطر والامام العادل والمظلوم» رواه الترمذي وابن ماجه. قال الترمذي: حديث حسن. وهكذا الرواية حتى بالتاء المثناة فوق فيقتضي استحباب دعاء الصائم من أول اليوم إلى آخره لأنه يسمى صائمًا في كل ذلك[2]

"روزے دار کے لئے مستحب ہے کہ اس حدیثِ ابوہریرہ کی بنا پر اپنے روزے کے دوران دنیا و آخرت کی اہم چیزوں اور اپنے و دیگر مسلمانوں کے لئے پسندیدہ چیزوں کی دعا کرے۔ یہ حدیث امام ترمذی کے نزدیک حسن ہے۔ اور اس روایت میں حتّٰی (اوپر کے دو نقطوں کے ساتھ) تقاضا کرتا ہے کہ روزے دار کی دعا صبح اوّل یوم سے آخر تک مستحب ہو، کیونکہ وہ سارا دن ہی روزے دار کہلاتا ہے۔"

یہ حدیث سنن ترمذی میں دو بار آئی ہے اور سنن ابن ماجہ[3] میں بھی ہے۔ تاہم سنن ترمذی میں ایک بار "حِيْنَ يُفْطِرَ" کے الفاظ سے ہے اور دوسری بار "حَتَّى يُفْطِرَ"[4] کے الفاظ ہیں جیسا کہ اوپر گذری۔ اور

---

١ جامع الترمذي: أَبْوَابُ صِفَةِ الْجَنَّةِ عَنْ رَسُولِ الله ﷺ (بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ الْجَنَّةِ وَنَعِيمِهَا)، رقم ٢٥٢٦... قال الألباني: صحيح دون قوله مم خلق الخلق، الصحيحة (٢/ ٦٩٢، ٦٩٣)

٢ المجموع: ٦/ ٣٧٥

٣ سنن ابن ماجه: كتاب الصيام: باب في الصائم لا تردّ، رقم ١٧٥٢... قال الألباني: ضعيف وصحّ منه شطره الأول، لكن بلفظ المسافر وفي رواية: الوالد مكان الإمام

٤ جامع الترمذي: أَبْوَابُ الدَّعَوَاتِ (بَابٌ)، رقم ٣٥٩٨... قال الألباني: ضعيف لكن صحّ منه الشطر الأول

دونوں کو شیخ البانی نے صحیح قرار دیا ہے جس میں حِیْنَ کی صحت کے لئے زیادہ طاقتور الفاظ استعمال کئے ہیں جبکہ سنن ابن ماجہ میں بھی حتّٰی کے الفاظ آئے ہیں۔ حتّٰی کے الفاظ کا مطلب یہ ہوا کہ روزے دار کی سارا دن بشمول افطاری کے وقت دعا قبول ہوتی ہے، اور حِین کا مطلب ہے کہ افطاری کے وقت صائم کی دعا رد نہیں ہوتی۔ سنن ابن ماجہ کے شارح امام سندی لکھتے ہیں:

قَوْلُهُ "حَتَّى يُفْطِرَ" يَدُلُّ عَلَى أَنَّ دُعَاءَهُ تَمَامَ النَّهَارِ مُسْتَجَابٌ وَعَلَى هَذَا فَلَفْظُ الدَّعْوَةِ بِمَعْنَى الدُّعَاءِ لَا لِلْمَرَّةِ كَمَا هُوَ أَصْلُ الْبِنَاءِ وَالْأَقْرَبُ أَنَّ حَتَّى سَهْوٌ مِنْ بَعْضِ الرُّوَاةِ وَالصَّوَابُ حِينَ كَمَا يَدُلُّ عَلَيْهِ الْحَدِيثُ الْآتِي.[1]

"نبی کریم کا فرمان "حَتَّى يُفْطِرَ" سے معلوم ہوا کہ سارا دن ہی اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔ اس بنا پر دعوۃ سے مراد دعا ہے، نہ کہ صرف ایک دعا جیسا کہ لفظ کی اصل ساخت ہے۔ مناسب یہ ہے کہ یہاں لفظ حتّٰی بعض راویوں کی غلطی ہے اور صحیح لفظ حِین ہے، جیسا کہ اگلی حدیث إِنَّ لِلصَّائِمِ عِنْدَ فِطْرِهِ بتاتی ہے۔"

یہ امام سندی ہی کی رائے ہے کہ صحیح لفظ حتی کی بجائے حین ہے، جبکہ حتی کا لفظ بھی اگر صحیح احادیث میں ثابت ہے تو اس کو مانتے ہوئے وسیع تر مفہوم بھی لیا جاسکتا ہے۔ اب افطاری کے وقت قبولیت دعا پر حتّٰی کا لفظ دال ہے اور حِین کا لفظ بھی، جبکہ افطاری کے وقت دعا کی قبولیت کی خاص گھڑی والی حدیث ضعیف ہے: «إِنَّ لِلصَّائِمِ عِنْدَ فِطْرِهِ لَدَعْوَةً مَا تُرَدُّ».

قَالَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو يَقُولُ إِذَا أَفْطَرَ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِرَحْمَتِكَ الَّتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ أَنْ تَغْفِرَ لِي.[2]

"روزے دار کے لیے روزہ کھولتے وقت ایک دعا ایسی ہوتی ہے جو رد نہیں ہوتی۔ "عبد اللہ بن ابی ملیکہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن عمروؓ کو روزہ افطار کرتے وقت یوں کہتے سنا: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِرَحْمَتِكَ الَّتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ أَنْ تَغْفِرَ لِي "اے اللہ! میں تجھ سے تیری اس رحمت کے واسطے سے سوال کرتا ہوں جس نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے کہ تو میری مغفرت فرمادے۔"

بلفظ المسافر مكان الإمام العادل

۱ حاشية السندي علی سنن ابن ماجہ: زیر حدیث ۱۷۵۲

۲ سنن ابن ماجه: كِتَاب الصِّيَامِ (بَابٌ فِي الصَّائِمِ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُهُ)، رقم ۱۷۵۳

یہ حدیث ضعیف ہے، جیسا کہ شیخ البانی نے إرواء الغلیل (رقم ۹۲۱) اور ضعیف الجامع (رقم ۱۹۶۵) میں اس کی صراحت کی ہے۔ اسی طرح اس حدیث میں سیدنا عبد اللہ بن عمرو کی جو دعا مذکور ہے، وہ بھی افطار سے پہلے کی بجائے عین افطار کے وقت کی ہے۔ تاہم دیگر مذکور احادیث کی بنا پر افطاری کے وقت کی دعا کی بھی خاص اہمیت ہے۔ واللہ اعلم

ایسے ہی شبِ قدر کے بارے نبی کریم ﷺ سے سیدہ عائشہ نے پوچھا:

يَا رَسُولَ اللهِ ! أَرَأَيْتَ إِنْ عَلِمْتُ أَيُّ لَيْلَةٍ لَيْلَةُ الْقَدْرِ مَا أَقُولُ فِيهَا. قَالَ: «قُولِي اللَّهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ كَرِيمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي»[۱]

"میں نے کہا: اللہ کے رسول! اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ کون سی رات لیلۃ القدر ہے تو میں اس میں کیا پڑھوں؟ آپ نے فرمایا: "پڑھو، اللَّهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي "اے اللہ! تو عفو ودر گزر کرنے والا ہے، اور عفو ودر گزر کرنے کو تو پسند کرتا ہے، اس لیے تو ہمیں معاف اور ہم سے در گزر کر دے۔"

رمضان کا اختتام صدقۃ الفطر پر ہوتا ہے، جو طُہرۃ للصائم ہوتے ہوئے وجہ مغفرت بھی ہے۔[۲]

۵۔ انفاق فی سبیل اللہ

روزے دار کی افطاری کرانا انفاق فی سبیل اللہ بھی ہے، اور خصوصی عمل بھی، چنانچہ فرمانِ نبوی ہے:

«مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ غَيْرَ أَنَّهُ لَا يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِ الصَّائِمِ شَيْئًا»[۳]

"جس نے کسی صائم کو افطار کرایا تو اسے بھی اس کے برابر ثواب ملے گا، بغیر اس کے کہ صائم کے ثواب میں سے ذرا بھی کم کیا جائے۔"

رمضان میں نبی ﷺ انفاق فی سبیل اللہ میں بھی کثرت فرمایا کرتے، سیدنا ابن عباس سے مروی ہے:

«كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَجْوَدَ النَّاسِ، وَكَانَ أَجْوَدُ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ حِينَ يَلْقَاهُ جِبْرِيلُ، وَكَانَ يَلْقَاهُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ، فَلَرَسُولُ اللهِ ﷺ

---

۱ جامع الترمذي: أَبْوَابُ الدَّعَوَاتِ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ (بَابٌ فِي فَضْلِ سُؤَالِ الْعَافِيَةِ وَالْمُعَافَةِ)، رقم ۳۵۱۳

۲ سنن أبي داؤد: كِتَابُ الزَّكَاةِ (بَابُ زَكَاةِ الْفِطْرِ)، رقم ۱۶۰۹

۳ جامع الترمذي: أَبْوَابُ الصَّوْمِ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ (بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا)، رقم ۸۰۷

أَجْوَدُ بِالخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ المُرْسَلَةِ»[1]

"رسول اللہ ﷺ سب لوگوں سے زیادہ جواد (سخی) تھے اور رمضان میں (دوسرے اوقات کے مقابلہ میں جب) جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ سے ملتے، بہت ہی زیادہ جود و کرم فرماتے۔ جبرئیل علیہ السلام رمضان کی ہر رات میں آپ ﷺ سے ملاقات کرتے اور آپ ﷺ کے ساتھ قرآن کا دورہ کرتے، غرض آنحضرت ﷺ لوگوں کو بھلائی پہنچانے میں بارش لانے والی ہوا سے بھی زیادہ جود و کرم فرمایا کرتے تھے۔"

حدیثِ مبارکہ میں جُود کا لفظ آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ رمضان میں اَجود ہوتے، جُود سے کیا مراد ہے؟ جُود کا مطلب ہے: فیاضی اور یہ فیاضی مال اور علم دونوں کو شامل ہے... حافظ ابن قیم لکھتے ہیں:

الجود بالعلم وبذله وهو من أعلى مراتب الجود والجود به أفضل من الجود بالمال لأن العلم أشرف من المال[2]

"علم کے ساتھ فیاضی اور اس کو صرف کرنا، جُود کی اعلیٰ ترین قسم ہے۔ علمی فیاضی، مالی فیاضی سے افضل ہے، کیونکہ علم بھی مال سے افضل ہے۔"

علامہ احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

كما أن لله ملائكة موكلة بالسحاب والمطر فله ملائكة موكلة بالهدى والعلم هذا رزق القلوب وقوتها وهذا رزق الأجساد وقوتها. قال الحسن البصري في قوله تعالى: ﴿وَمِمَّا رَزَقنَاهُم يُنفِقُونَ﴾. قال: إن من أعظم النفقة نفقة العلم أو نحو هذا الكلام وفي أثر آخر: نعمت العطية ونعمت الهدية الكلمة من الخير يسمعها الرجل فيهديها إلى أخ له مسلم.[3]

"جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بادلوں اور بارش کی ڈیوٹی سونپی ہوئی ہے، ایسے ہی اس کے فرشتے ہدایت وعلم پھیلانے کے بھی ذمہ دار بنائے گئے ہیں۔ علم تو دلوں کا رزق وتوشہ ہے جبکہ بادل وبارش اَجساد کا رزق وتوشہ ہیں۔ امام حسن بصری اللہ کے اس فرمان: "جو ہم نے رزق دیا، وہ اس سے خرچ

---

۱ صحيح البخاري :كِتَابُ بَدْءِ الوَحْيِ (بَابٌ)، رقم ٦

۲ مدارج السالكين: ۲/ ۲۹۲

۳ مجموع الفتاویٰ: ۴/ ۴۲

کرتے ہیں۔" کے بارے میں کہتے ہیں کہ سب سے بڑی سخاوت علم کا صدقہ ہے۔ اور ایک دوسرے اَثر میں ہے کہ بہترین عطیہ اور تحفہ اچھی بات بتادینا ہے، کہ کوئی شخص اسے سن کر اپنے مسلمان بھائی تک پہنچادے۔"

گویا نبی کریم ﷺ کی فیاضی رمضان میں صرف صدقات پر منحصر نہیں، بلکہ ہر قسم کی جود وسخا میں آپ سب سے بڑھ جاتے۔ اور اس سخاوت میں مال کے ساتھ علمی سخاوت بھی شامل ہے۔ اور رمضان میں آپ کا جود وسخامال کے ساتھ علم وفضل میں بھی بڑھ جاتا تھا۔

٦۔ رمضان میں عمرہ

رمضان میں عمرہ کی بھی خاص اہمیت اور فضیلت ہے، نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

«فَإِذَا كَانَ رَمَضَانُ اعْتَمِرِي فِيهِ فَإِنَّ عُمْرَةً فِي رَمَضَانَ حَجَّةٌ» أَوْ نَحْوًا مِمَّا قَالَ[1]

"رمضان آئے تو عمرہ کرلینا، کیوں کہ رمضان کا عمرہ ایک حج کے برابر ہوتا ہے۔"

٧۔ اعتکاف

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَعْتَكِفُ فِي كُلِّ رَمَضَانَ عَشْرَةَ أَيَّامٍ فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ اعْتَكَفَ عِشْرِينَ يَوْمًا[2]

"رسول اللہ ﷺ ہر سال رمضان میں دس دن کا اعتکاف کیا کرتے تھے۔ لیکن جس سال آپ ﷺ کا انتقال ہوا، اس سال آپ نے بیس دن کا اعتکاف کیا تھا۔"

٨۔ رمضان میں نیک اعمال کے فضائل

رمضان میں نیک اعمال کی طرف پوری توجہ کی جائے اور اس ماہ زیادہ سے زیادہ اللہ کی عبادت کی جائے تو رمضان کی عبادت، مسلمان کو شہید کے درجے سے بھی بڑھا دیتی ہے، سیدنا طلحہ بن عبید اللہ سے مروی ہے:

أَنَّ رَجُلَيْنِ مِنْ بَلِيٍّ قَدِمَا عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَكَانَ إِسْلَامُهُمَا جَمِيعًا، فَكَانَ أَحَدُهُمَا أَشَدَّ اجْتِهَادًا مِنَ الْآخَرِ، فَغَزَا الْمُجْتَهِدُ مِنْهُمَا فَاسْتُشْهِدَ، ثُمَّ مَكَثَ الْآخَرُ بَعْدَهُ سَنَةً،

---

١ صحيح البخاري: كِتَابُ العُمْرَةِ (بَابُ عُمْرَةٍ فِي رَمَضَانَ)، رقم ١٧٨٢

٢ صحيح البخاري: كِتَابُ الاِعْتِكَافِ (بَابُ الاِعْتِكَافِ فِي العَشْرِ الأَوْسَطِ مِنْ رَمَضَانَ)، رقم ٢٠٤٤

ثُمَّ تُوُفِّيَ، قَالَ طَلْحَةُ :فَرَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ: بَيْنَا أَنَا عِنْدَ بَابِ الْجَنَّةِ، إِذَا أَنَا بِهِمَا، فَخَرَجَ خَارِجٌ مِنَ الْجَنَّةِ، فَأَذِنَ لِلَّذِي تُوُفِّيَ الْآخِرَ مِنْهُمَا، ثُمَّ خَرَجَ، فَأَذِنَ لِلَّذِي اسْتُشْهِدَ، ثُمَّ رَجَعَ إِلَيَّ، فَقَالَ: ارْجِعْ، فَإِنَّكَ لَمْ يَأْنِ لَكَ بَعْدُ، فَأَصْبَحَ طَلْحَةُ يُحَدِّثُ بِهِ النَّاسَ، فَعَجِبُوا لِذَلِكَ، فَبَلَغَ ذَلِكَ رَسُولَ اللهِ ﷺ، وَحَدَّثُوهُ الْحَدِيثَ، فَقَالَ: «مِنْ أَيِّ ذَلِكَ تَعْجَبُونَ؟» فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ! هٰذَا كَانَ أَشَدَّ الرَّجُلَيْنِ اجْتِهَادًا، ثُمَّ اسْتُشْهِدَ، وَدَخَلَ هَذَا الْآخِرُ الْجَنَّةَ قَبْلَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَلَيْسَ قَدْ مَكَثَ هَذَا بَعْدَهُ سَنَةً؟» قَالُوا: بَلَى، قَالَ: «وَأَدْرَكَ رَمَضَانَ فَصَامَ، وَصَلَّى كَذَا وَكَذَا مِنْ سَجْدَةٍ فِي السَّنَةِ؟» قَالُوا: بَلَى، قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «فَمَا بَيْنَهُمَا أَبْعَدُ مِمَّا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ»[1]

"قبیلہ بَلِیّ کے دو آدمی نبی ﷺ کے پاس (ہجرت کرکے مدینہ) آگئے۔ وہ دونوں اکٹھے مسلمان ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک دوسرے کی نسبت (نیکی کے کاموں میں) زیادہ محنت کرنے والا تھا، چنانچہ اس محنت کرنے والے نے جہاد کیا اور شہید ہو گیا۔ دوسرا آدمی اس کے بعد ایک سال تک زندہ رہا، پھر وہ فوت ہو گیا۔ حضرت طلحہ نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہوں۔ اچانک دیکھا کہ وہ دونوں بھی وہاں موجود ہیں۔ جنت سے ایک آدمی باہر آیا اور اس نے آخر میں فوت ہونے والے کو (جنت میں جانے کی) اجازت دے دی۔ (کچھ دیر بعد) وہ پھر نکلا اور شہید ہونے والے کو اجازت دے دی۔ پھر میری طرف متوجہ ہو کر کہا: واپس چلے جاؤ، ابھی آپ کا وقت نہیں آیا۔ صبح ہوئی تو طلحہ نے لوگوں کو خواب سنایا، انہیں اس پر تعجب ہوا۔ رسول اللہ ﷺ کو بھی معلوم ہوا، اور لوگوں نے نبی ﷺ کو (تفصیل سے خواب کی) بات سنائی۔ آپ نے فرمایا: تمہیں کس بات پر تعجب ہے؟ انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! دونوں میں یہ شخص زیادہ محنت والا تھا، پھر اسے شہادت بھی نصیب ہوئی لیکن جنت میں دوسرا اس سے پہلے چلا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ (دوسرا) اس (پہلے) کے بعد ایک سال تک زندہ نہیں رہا؟ اُنہوں نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: اس نے رمضان کا مہینہ پایا اور اس میں روزے رکھے اور سال میں اتنی اتنی رکعت نماز پڑھی؟ اُنہوں نے کہا: جی ہاں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان دونوں (کے درجات) میں تو آسمان و زمین کے درمیانی فاصلے سے بھی زیادہ فرق ہے۔"

---

[1] سنن ابن ماجه: كِتَابُ تَعْبِيرِ الرُّؤْيَا (بَابُ تَعْبِيرِ الرُّؤْيَا)، رقم ٣٩٢٥، قال الألباني: صحيح، التعليق الرغيب (١/ ١٤٢، ١٤٣)... مسند احمد: مسند باقي العشرة المبشرة، رقم ١٤٠٤، ١٣٨٩... قال شعيب الارناؤط: حسن لغيره

لیلۃ القدر اگر کسی مسلمان کو مل جائے تو اس کو ہزار ماہ یعنی ۸۳ سال سے زائد عبادت کا ثواب ملتا ہے اور ۸۳ سال عام انسانوں کی اوسط عمر سے زیادہ ہے۔ چنانچہ ایک رمضان جس میں روزے اور قیام اللیل بھی ہوتے ہیں، زندگی بھر کی عبادت سے بڑا مقام عطا کر سکتا ہے، اس لیلۃ القدر کے ثواب سے بھی اس حدیث کی تائید ہوتی ہے۔ رمضان میں رکھے جانے والے روزوں کے ثواب کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کہا کہ

«كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ، الْحَسَنَةُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ، قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: إِلَّا الصَّوْمَ، فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ، يَدَعُ شَهْوَتَهُ وَطَعَامَهُ مِنْ أَجْلِي»، «لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ: فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهِ، وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهِ»، «وَلَخُلُوفُ فِيهِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ»[1]

"ابن آدم کا ہر عمل بڑھایا جاتا ہے۔ نیکی دس گنا سے سات سو گنا تک (بڑھا دی جاتی ہے)۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سوائے روزے کے (کیونکہ) وہ (خالصتاً) میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ وہ میری خاطر اپنی خواہش اور اپنا کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے۔ روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں ایک خوشی اس کے (روزہ) افطار کرنے کے وقت کی اور (دوسری) خوشی اپنے ربّ سے ملاقات کے وقت کی۔ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے۔"

روزے کی فضیلت میں قرآن کریم میں ہے:

﴿وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ [البقرۃ:۱۸۴]

"تم روزہ رکھو، یہ تمہارے لئے بہت بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔"

اور قیام اللیل کے بارے میں قرآن میں ہے:

﴿تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا١٘ وَّ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ۝ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ١ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۝﴾ [السجدۃ:۱۶۔۱۷]

"ان کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں۔ وہ اپنے پروردگار کو خوف اور اُمید سے پکارتے ہیں اور جو رزق ہم نے انہیں دیا، اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ کوئی یہ نہیں جانتا کہ اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کی کیا کچھ چیزیں ان کے لئے چھپا رکھی گئی ہیں، یہ ان کاموں کا بدلہ ہو گا جو وہ کیا کرتے تھے۔"

چنانچہ رمضان کے اہم اور نمایاں اعمال: روزہ، قیام اللیل اور اعتکاف تینوں ایسے مبارک اعمال ہیں جن کے

---

1 صحیح مسلم: كِتَابُ الصِّيَامِ (بَابُ فَضْلِ الصِّيَامِ)، رقم ۲۷۰۷

ثواب کو اللہ تعالیٰ نے بیان نہیں کیا۔ بلکہ اسے غیر معمولی اجر، جسے دیکھ کر انسان خوش ہو جائے، سے ذکر کیا ہے۔ علما کا کہنا ہے کہ وہ اجر جن کا تذکرہ قرآن وسنت میں متعین نہیں کیا گیا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے اوپر چھوڑا ہے، ان تمام اجور سے بڑھ کر ہیں، جن کا تذکرہ کر دیا گیا ہے۔ حافظ ابن رجب فرماتے ہیں:

"مذکورہ بالا حدیث میں روزے کو دوگنے اجر والے اعمال سے مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ چنانچہ سب اعمال ۱۰ سے ۷۰۰ گنا تک اضافہ کئے جاتے ہیں، سوائے روزوں کے، کیونکہ ان کو دوگنا کرنا اس ۷۰۰ کے عدد میں مقید نہیں بلکہ اللہ عزوجل اس کو بلا حساب کئی گنا کر دیتے ہیں۔ کیونکہ روزے صبر کا نتیجہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ صبر کرنے والے اپنا اجر بلا حساب دیے جائیں گے۔ اسی بنا پر نبی کریم سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے اس ماہ کو ماہ صبر قرار دیا ہے۔"[1]

جس حدیث میں رمضان کے اعمال کا ثواب سات سو گنا تک ہو جانے کا وعدہ دیا گیا ہے، وہ سیدنا سلمان فارسی کی آمدِ رمضان کے حوالے سے مشہور لمبی حدیث ہے، اور اسی میں رمضان کو ماہِ صبر اور ماہ ہمدردی قرار دیا گیا ہے، لیکن یہ حدیث ضعیف ہے جیسا کہ آگے وضاحت آرہی ہے۔

مزید برآں رمضان میں صوم، قیام اللیل اور لیلۃ القدر کے قیام: تین چیزوں پر تمام گناہوں کی معافی کی بشارت سنائی گئی ہے، اور رمضان کو سال بھر کے گناہوں کا کفارہ بھی قرار دیا گیا ہے۔ ارشادِ نبوی ہے:

«الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ، وَالْجُمْعَةُ إِلَى الْجُمْعَةِ، وَرَمَضَانُ إِلَى رَمَضَانَ، مُكَفِّرَاتٌ مَا بَيْنَهُنَّ إِذَا اجْتَنَبَ الْكَبَائِرَ»[2]

"جب (انسان) کبیرہ گناہوں سے اجتناب کر رہا ہو تو پانچ نمازیں، ایک جمعہ (دوسرے) جمعہ تک اور ایک رمضان دوسرے رمضان تک، درمیان کے عرصے میں ہونیوالے گناہوں کو مٹانے کا سبب ہیں۔"

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رمضان میں تمام اعمالِ خیر کا اجر بے پناہ بڑھ جاتا ہے۔

۹۔ ہمدردی و خیر خواہی

ایک مسلمان کے لئے صبر و ہمدردی، خیر خواہی اور نرمی وشفقت بھی بہت سا ثواب عطا کرتے ہیں۔ تاہم ماہ رمضان میں اس حوالے سے آنے والی خصوصی احادیث ضعیف ہیں۔ اس سلسلے میں اہم ترین حدیث سیدنا

---

۱ لطائف المعارف از ابن رجب: ص ۱۵۰

۲ صحیح مسلم: كِتَابُ الطَّهَارَةِ، بَابُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ وَالْجُمُعَةِ إِلَى، رقم ۵۵۲

سلمان فارسی سے بیان کی جاتی ہے، جس میں رمضان کو شهر المواساة، شهر الصبر قرار دیا گیا ہے۔[1]

اور یہ حدیث مقبول ہے جس میں رمضان میں دوسروں کے کام آنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ

«... ولأن أمشي مع أخ في حاجة أحب إلي من أن أعتكف في هذا المسجد، (يعني مسجد المدينة) شهرًا ...»[2]

''میں اپنے مسلمان بھائی کی کوئی ضرورت پوری کرنے کو نکلوں تو یہ میرے لئے مسجدِ نبوی میں اعتکاف کرنے سے بہتر ہے۔''

روزے سے افضل عمل

بعض مبارک کام ایسے بھی ہیں، جن کا اجر رمضان کے اعمال اور روزے سے بھی زیادہ ہے، مثلاً

«أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَفْضَلَ مِنْ دَرَجَةِ الصِّيَامِ، وَالصَّلَاةِ، وَالصَّدَقَةِ؟». قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ! قَالَ: «إِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ، وَفَسَادُ ذَاتِ الْبَيْنِ: الْحَالِقَةُ»

''کیا میں تمہیں روزے، نماز اور صدقے سے بڑھ کر افضل درجات کے اعمال نہ بتاؤں؟'' صحابہ نے کہا: کیوں نہیں، اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا ''آپس کے میل جول اور روابط کو بہتر بنانا۔ (اور اس کے برعکس) آپس کے میل جول اور روابط میں پھوٹ ڈالنا (دین کو) مونڈ دینے والی خصلت ہے۔''

«السَّاعِي عَلَى الأَرْمَلَةِ وَالمِسْكِينِ كَالمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللهِ أَوِ القَائِمِ اللَّيْلَ الصَّائِمِ النَّهَارَ»[3]

''بیواؤں اور مسکینوں کے کام آنے والا اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کے برابر ہے، یا رات بھر عبادت اور دن کو روزے رکھنے والے کے برابر ہے۔''

پہلی حدیث میں براہ راست روزے اور نماز سے بہتر عمل کی بات کی گئی ہے جبکہ دوسری حدیث میں رمضان کے بنیادی اعمال: روزے اور قیام اللیل کے اجر کے برابر فضیلت کا وعدہ دیا گیا ہے۔ (جاری ہے)

---

1. ابن خزیمہ: کتاب الصوم، باب فضائل شہر رمضان ۳/ ۱۹۱، رقم ۱۸۸۷، شعب الایمان از بیہقی: فضائل شہر رمضان: ۵/ ۲۲۳، رقم ۳۳۳۶.... قال الاعظمی: ضعیف
2. السلسلة الصحيحة للألباني: ۹۰۶... قضاء الحوائج از ابن ابی الدنیا: ۳۶، حلية الأولياء از ابو نعیم: ۶/ ۳۴۸
3. صحيح البخاري: كِتَابُ النَّفَقَاتِ (بَابُ فَضْلِ النَّفَقَةِ عَلَى الأَهْلِ)، رقم ۵۳۵۳